نقد وتحقیق

شیخ الحدیث مولانا عبدالرحمان چیمہ حفظہ اللہ تعالیٰ

قسط نمبر(۲)

اصلاحی صاحب کی اصلاحِ بخاری کا ایک جائزہ

اس کے بعد عنوان ہے:

" باب فضل الوضوء والغرّ المحجّلون من آثار الوضوء "

اس عنوان کے تحت مولانا امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

" اس روایت کے باب کے عنوان میں ایک مشکل اس کی تعلیق اور ترکیب سے متعلق بھی ہے، جو ایک طالب علم کو سمجھ لینی چاہئے --- وہ یہ کہ "باب فضل الوضوء" کے بعد کے ٹکڑے کو اس پر عطف مانیں تو "والغر المحجلین من آثار الوضوء" ہونا چاہئے، لیکن یہاں ہے "الغر المحجلون!" --- اگر یہ عطف نہیں، بلکہ مستقل جملہ ہے تو یہ مبتداء ہوگا، اس کی خبر محذوف مانی جائے گی۔ میرے نزدیک عنوان باب امام صاحب کا ایک ناتمام نوٹ ہے۔ انتہیٰ!"

(صفحہ ۱۴۳)

جواب:

یہ امام صاحب کا ناتمام نوٹ نہیں، بلکہ عین صحیح، مکمل، بلکہ اکمل ترین نوٹ ہے۔ ہاں صاحبِ "تدبر" مولانا اصلاحی صاحب کا اسے ناتمام بتلانا ان کے عدمِ تدبر اور جہالت کا منہ بولتا ثبوت ضرور ہے۔ جب ہم بچوں کو نحو کی کتاب "کافیہ" پڑھاتے ہیں،

تو اس کے ابتدائی صفحات پر ایک عبارت یوں ہے :

" الوصف : شرطہٗ ان یکون فی الاصل فلا تضرّہ الغلبۃ فلذالك صُرِّفَ اربعَ فی مررت بنسوۃ اربعٍ ۔"

تو بچے چونک کر سوال کرتے ہیں کہ "صرف" تو فعل مجہول ہے' اس اعتبار سے "اربع" کو مرفوع پڑھا جانا چاہئے؟ تو انہیں جواب دیا جاتا ہے کہ یہاں اربع کا مجرور پڑھا جانا اعراب حکایت ہے --- اعراب حکایت اسے کہتے ہیں کہ ایک اسم کا جو اعراب اس کے اصل مقام پر عامل کے لحاظ سے ہوتا ہے' جب اسے بطورِ مثال کسی اور جگہ منتقل کرتے ہیں تو اس نئی جگہ پر اس کا اعراب عامل کا لحاظ رکھے بغیر باقی رکھا جاتا ہے' جیسا کہ لفظ "اربع" کو "مررت بنسوۃ اربعٍ" سے منتقل کیا گیا--- بالکل اسی طرح حضرت امام المحدّثین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے یہ لفظ صحیح مسلم کی صحیح روایت سے لے کر مکمل عنوانِ باب بنایا ہے --- صحیح مسلم میں ہے "انتم الغرّ المحجّلون"--- مکمل حدیث یوں ہے :

"عن نعیم بن عبد اللہ المجمر قال رأیت ابا ھریرۃ یتوضّأ فغسل وجھہٗ فاسبغ الوضوء ثمّ غسل یدہٗ الیمنٰی حتّٰی اشرع فی العضد ثمّ یدہ الیسرٰی حتّٰی اشرع فی العضد ثمّ مسح برأسہ ثمّ غسل رجلہ الیمنٰی حتّٰی اشرع فی السّاق ثمّ غسل رجلہ الیسرٰی حتّٰی اشرع فی السّاق ثمّ قال ھٰکذا رأیت رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یتوضّأ وقال، قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم انتم الغرّ المحجلون یوم القیامۃ من اسباغ الوضوء فمن استطاع منکم فلیطل غرّتہٗ وتحجیلہٗ ۔"

یہاں پر ہم نے صحیح مسلم شریف کی حدیث مکمل نقل کردی ہے' کیونکہ آئندہ بھی ہمیں اس کی ضرورت ہوگی۔ ہر جگہ نقل کرنے کی بجائے صرف اس کا حولہ دے دیا جائے گا!

اس حدیث میں "الغرّ المحجلون" کے الفاظ انتہائی واضح ہیں --- اور حضرت الامام رحمۃ اللہ علیہ کی عادتِ مبارکہ ہے کہ کبھی کسی مسئلہ فقہیہ کو ثابت کرنے کے لئے کسی صحیح حدیث یا اس کے کسی حصہ کو (علٰی حالہٖ) بطورِ عنوان قائم کردیتے ہیں --- اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ یہ حدیث انہی صحابی سے مطول اور مفصل بھی آئی ہے' جس

میں یہ مسئلہ تفصیلاً اور صراحتہً ذکر ہوا ہے!
بطورِ مثال ایک عنوان ہے:

"باب طول القیام فی صلوٰۃ اللّیل۔"

اس کے تحت حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی درج ذیل ایک مختصر سی حدیث امام صاحب نے نقل فرمائی ہے:

"عن حذیفۃ انّ النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم کان اذا قام للتّھجّد یشوص فاہ بالسّواک۔"

بہ ظاہر اس مختصر حدیث میں طولِ قیام کا ذکر نہیں ہے --- لیکن یہاں اشارہ ہے اس حدیث کی طرف جو انہی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم شریف میں مفصل ذکر ہوئی ہے۔ کہ ایک رات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز شروع کر چکا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ پڑھنا شروع کی۔ میں نے سوچا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو آیات کے بعد رکوع فرمائیں گے' مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر پڑھتے چلے گئے۔ اب میں نے سوچا کہ سورۃ البقرہ کے اخیر میں رکوع ہوگا' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ البقرہ کے بعد سورۃ النساء' اور سورۃ النساء کے بعد سورۃ آلِ عمران شروع کردی!

اسی طرح مسئلہ زیر بحث میں بھی ہے --- مفصل روایت جو اوپر ہم نے صحیح مسلم سے نقل کی ہے' اس کو ایک نظر دیکھیں' اور پھر صحیح بخاری کی مذکورہ فی الباب درج ذیل حدیث کے الفاظ پر بھی غور فرمائیں:

"عن نعیم المجمر قال رقیت مع ابی ھریرۃ علی ظھر المسجد فتوضّأ فقال انّی سمعت النّبیّ صلّی اللہ علیہ وسلّم یقول انّ امّتی یدعون یوم القیامۃ غرّا محجّلین من اثار الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرّتہ فلیفعل۔"

ان ہر دو احادیث کے الفاظ پر دوبارہ نظر دوڑائیں' آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ امام بخاری رحمہ اللہ "غرّاً محجّلین" اور "الغرّ المحجّلون" میں کس قدر باریک فرق ملحوظ رکھتے ہیں --- تعجب ہے مولانا اصلاحی صاحب کی نظرِ تدبر اس معمولی سے قانون کی طرف نہ گئی' لیکن دل دکھانے کو اور یا پھر حدیث کے خلاف اپنے مافی الضمیر کا اظہار کرنے کو یہ لکھنا ضروری سمجھا کہ:

"میرے نزدیک عنوان باب امام صاحب کا ایک ناتمام نوٹ ہے!" ---
انا للہ وانا الیہ راجعون!

عنوان باب کے بعد مولانا اصلاحی صاحب حدیث الباب پر بھی حملہ آور ہوئے ہیں --- فرماتے ہیں:

"لفظ "فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ فلیفعل" کیا یہ حدیث کا حصہ ہے یا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے؟ اگر یہ حدیث کا ٹکڑا ہے تو یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ پھر تو ہر ایک کو چاہیے کہ اوپر تک ہاتھ اور پاؤں کو دھوئے، تب اطالہ ہوگا۔ لیکن کسی راوی نے یہ بات بیان نہیں کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اطالہ کیا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے، جو دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت پر مامور تھے، اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ سفر میں یا حضر میں کبھی کسی نے نہیں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اوپر تک ہاتھ پاؤں دھوئے ہوں!"

جواب:

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اصلاحی صاحب نے جائز یا ناجائز، بس بولنا ضروری سمجھ لیا ہے --- ہم اصلاحی صاحب سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ:

۱۔ جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اطالہ کو ہر کسی کی اپنی مرضی و منشاء اور استطاعت پر موقوف رکھا ہے، اسے کسی پر فرض قرار نہیں دیا، تو آپ کو آخر اس سلسلہ میں اس قدر پریشانی کیوں ہے؟ --- اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ اپنی رائے ہو، اور اس پر آپ کو اس قدر تشویش لاحق ہوئی ہے، تو آپ نے اپنی اس رائے کے بارے میں کیا سوچا ہے، جو یہ لکھ دیا ہے کہ:

"پھر تو ہر کسی کو چاہیے کہ اوپر تک ہاتھ اور پاؤں دھوئے!"

۲۔ کیا کسی راوی کا کسی چیز کو بیان نہ کرنا اس کے عدمِ وجود کو مستلزم ہے؟ یا کیا اس کے اثبات کے لئے یہ لازم ہے کہ اگر اتنے راوی اسے بیان کریں، جبھی بات مانی جائے گی، ورنہ اس کے وجود کا انکار کردیا جائے گا؟

۳۔ آپ نے لکھا ہے کہ "کسی راوی نے یہ بات بیان نہیں کی ہے!" --- کیا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جو اس حدیث کو روایت کررہے ہیں' راوی نہیں ہیں ؟ ---- یا دیگر تنگ نظر جاہد مقلدین احناف کی طرح (نعوذ باللہ' نقلِ کفر کفر نہ باشد !) آپ بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو غیر فقیہ سمجھ کر ان کے حفظ و اتقان کے منکر ہیں ؟

یہ سوال اس لئے بھی پیدا ہوا ہے کہ آگے چل کر آپ خود ہی فرماتے ہیں کہ:

"اگر اس ٹکڑے کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول مانیں تو ایک دوسری روایت اس کے خلاف پڑتی ہے' جس میں یہ جملہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس طرح دھونے کے بعد کہا:

"ھٰکذا رایت رسول اللہ یفعل ـــــ !"

(صفحہ ۱۴)

تعجب بالائے تعجب اس وقت ہوا' جب آپ نے اس حدیث کے بعد صحیح مسلم کا حوالہ دیئے بغیر یہ تحریر فرمایا کہ:

"سند کا جو معیار محدثین کے ہاں ہے' اس پر یہ روایت بھی پوری اترتی ہے"۔

مولانا ! دل کا حال تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے' لیکن کیا مسلم شریف کا حوالہ نہ دینے سے کہیں آپ کا مقصود یہ تو نہیں کہ مسلم شریف پر چونکہ مسلمانوں کا اعتماد ہے' لہٰذا اس کا حوالہ دینے سے آپ کو اپنی رائے اور اپنے چھپے ہوئے نفسِ امارہ کو واضح کرنے میں دقت کا سامنا کرنا پڑے گا' یا حقیقت کا انکار ذرا مشکل ہوجائے گا ؟

۴۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہر حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی بیان فرمائیں ؟ --- نیز کیا یہ اصول ہے کہ جس بات کو ہر وقت خدمت پر مامور اماں جی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان نہ فرمائیں' وہ بات قابلِ التفات نہیں ہوتی ؟ ---- اگر بات ایسی ہی ہے تو آپ اس بارے کیا فیصلہ فرمائیں گے کہ اماں جی فرماتی ہیں:

"جو شخص آپ سے یہ بیان کرے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کیا' اس کی تصدیق نہ کرو (کیونکہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے!" --- جب کہ اس کے بالمقابل حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"اتیٰ سباطۃ قوم فبال قائما!"

کہ "آپ ﷺ نے ایک قوم کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا"۔ ---- کیا ان ہر دو احادیث کو باہم متعارض سمجھ لیا جائے' یا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی بات رد کردی جائے ؟ جب کہ دونوں ہی روایتیں صحیح ہیں اور دونوں ہی کے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نہیں ہیں ؟

۵۔ مولانا ! اس بات کی کیا تک ہے کہ ادھر تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے "قال" اور "روایت" پر بھی آپ کو اعتماد نہیں' اور ادھر حضرت انس رضی اللہ عنہ پر اعتماد کا یہ حال کہ جب تک آپ رضی اللہ عنہ کوئی بات بیان نہ فرمائیں' بات پایہ ثبوت تک ہی نہ پہنچ سکے ؟ ---- حالانکہ اصولِ فقہ حنفی کی کتاب "نور الانوار" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کو پہلے نمبر پر غیر فقیہ کہا گیا ہے (العیاذ باللہ !) اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دوسرے نمبر پر !

حقیقت یہ ہے کہ اماں جی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وضوء کے مسائل میں آخری سند کے طور پر پیش کر کے محض ایک جذباتی انداز اختیار کیا گیا ہے' ورنہ آپ رضی اللہ عنہا سے حیض اور غسل کے مسئلہ میں تو بہت سی روایات منقول ہیں' لیکن وضوء کے باب میں خود صحیح بخاری شریف کے اندر سینکڑوں حدیثوں میں سے صرف پانچ سات احادیث ہی اماں جی سے نقل ہوئی ہیں !

اب ذرا دیکھئے اپنی اس بات کی حقیقت کہ یہ جملہ کسی اور راوی نے ذکر نہیں کیا' اور صرف حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی اسے بیان فرماتے ہیں !

درج ذیل حدیث ملاحظہ ہو :

"عن نعیم بن عبداللہ انہ رأی ابا ھریرۃ یتوضأ فغسل وجھہ ویدیہ حتی کاد یبلغ المنکبین ثم غسل رجلیہ حتی رفع الی الساقین ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان امتی یأتون یوم القیامۃ غرا محجلین من اثر الوضوء فمن استطاع منکم ان یطیل غرتہ، فلیفعل"!

مذکورہ حدیث میں حضرت نعیم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عمل اور "رفع الی النبی ﷺ" بیان فرماتے ہیں ---- لیکن مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت ابو زرعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"دخلت علی ابی ھریرۃ فتوضأ الی منکبیہ والی رکبتیہ فقلت لہ الا تکفی بما

فرض اللہ علیک من ھٰذا قال بلیٰ ولکنی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مبلغ الحلیۃ مبلغ الوضوء فاحببت ان یزید فی حلیتی۔"

دار قطنی سند حسن بیان فرماتے ہیں:

"عن عثمان بن عفان انہ قال ہلموا اتوضأ لکم وضوء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فغسل وجھہ ویدیہ الی المرفقین حتی مس اطراف العضدین ثم مسح برأسہ ثم امر بیدیہ علی اذنیہ ولحیتہ ثم غسل رجلیہ۔"

اسی طرح معجم الکبیر طبرانی میں ہے:

"عن وائل بن حجر ... وفیہ ... وغسل ذراعہ الیمنیٰ ثلاثا حتی ماوراء المرفق وغسل الیسریٰ مثل ذالک بالیمنیٰ حتی جاوز المرفق ... ثم غسل قدمہ الیمنیٰ ثلاثاً وخلل اصابعھا وجاوز بالماء الکعب ورفع فی الساق الماء ثم فعل فی الیسریٰ مثل ذالک"!

ان روایات کا ذکر فرما کر محب السنۃ سید عبداللہ ہاشم الیمانی المدنی حاشیہ التلخیص میں فرماتے ہیں:

ان روایات میں اگرچہ کچھ کچھ ضعف ہے "فھٰذہ الاحادیث یقوی بعضھا بعضاً" مصنف ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کے ساتھ "نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہما" سے نقل فرمایا ہے:

"انہ کان ربما بلغ بالوضوء ابطہ فی الصیف۔"

یوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اکیلے بھی نہ رہے۔ اگرچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری کی مذکورہ حدیث کی تشریح میں یہ بات بڑی واضح تحریر فرمائی ہے کہ صحیح مسلم شریف میں جو روایت عمارہ بن غزیہ کے واسطہ سے منقول ہے، اس میں "حتی اشرع فی العضد" اور "حتی اشرع فی الساق" کے بعد درج ذیل الفاظ ہیں:

"قال ابو ھریرۃ ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ فافاد رفعہ وفیہ رد علیٰ من زعم ان ذالک رأی ابی ھریرۃ بل من روایتہ ورأیہ معاً۔"!

اب رہی بخاری مسلم کی متفقہ روایت کی فنی حیثیت، جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ "رأیت" اور "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے الفاظ بیان فرماتے ہیں، تو یہ بات بلوغ المرام پڑھنے والا مبتدی بھی جانتا ہے کہ متفق علیہ روایت وجوب فی العمل میں کس بلند

درجہ پر ہوتی ہے، چنانچہ:

"قال ابن الصلاح: ما اتفق البخاری ومسلم علی اخراجہ فھو مقطوع بصدق مخبرہ ثابت لتلقی الامۃ ذالک بالقبول وذالک یفید العلم النظری وقد اتفقت الامۃ علی ان ما اتفق البخاری ومسلم علی صحتہ فھو حق وصدق ۔۔۔ فذکر ابن الصلاح ان العلم الیقینی النظری واقع بہ۔"

اس اصول کے بعد اس بات کی کیا حیثیت باقی رہ جاتی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اگر اسے بیان نہیں کیا تو یہ بات ثابت ہی نہ ہے؟

اس کے بعد مولانا نے محدثین کا اصول ذکر فرمایا ہے کہ:

"محدثین کا اصول ہے، جس بات کے حق میں معروف روایتیں موجود ہوں، اس کے خلاف روایت نہیں لی جاتی۔ وضوء کی کسی معروف روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اطالہ کیا ہو۔ لہٰذا میرے نزدیک یہ ٹکڑا حدیث کا حصہ نہیں، بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی رائے مضمون میں شامل کردی گئی ہے!"

جواب

مولانا نے محدثین کا اصول تو ذکر فرمایا، مگر کتاب کا حوالہ دینا بھول گئے ہیں، یا شاید یہ خود ساختہ اصول کسی کتاب میں کسی محدث نے ذکر ہی نہیں فرمایا ہے ۔۔۔ بہرحال، اس اصول میں معروف سے کیا مراد ہے؟ مولانا نے اس کی وضاحت نہیں فرمائی! ممکن ہے کہ "معروف" سے مراد "اثبات" ہو ۔۔۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو اصول کچھ اس طرح ہوگا کہ: "محدثین کسی مسئلہ کے ثبوت میں روایات لینے کے بعد اس کے خلاف روایت نہیں لیتے۔ حالانکہ یہ اصول قطعاً غلط ہے اور کتب احادیث سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی یہ بات جانتا ہے ۔۔۔ مثلاً نسائی شریف کے ابتدائی صفحات پر ہی آپ کو یہ عنوان ملے گا:

"الابعاد عند ارادۃ الحاجۃ۔"

یعنی حاجت کے وقت دور جانے کا بیان!

پھر عنوان کے مطابق حدیث درج کر کے "دور جانے کا" ثبوت مہیا کیا گیا ہے۔
لیکن اس کے متصل بعد ہی دوسرا عنوان یہ قائم کیا گیا ہے: "الرخصة فی ترک ذالک"!
(اس سلسلہ میں رخصت کا بیان)
اور اس کے تحت "سباطة قوم" والی روایت درج ہے --- تب یہ فیصلہ کیسے ہوگا کہ ان میں سے معروف روایت کون سی ہے' اور معروف کے خلاف کون سی؟

ترمذی میں ہے:
"باب فی النھی عن استقبال القبلة بغائط او بول"
"پیشاب اور پاخانہ کرنے کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے کی ممانعت کا بیان!"

پھر اس کے تحت ایک روایت صحیح سند کے ساتھ ذکر فرمائی گئی ہے --- تاہم اس کے بعد "باب ماجاء من الرخصة فی ذالک" کا عنوان ہے! --- ان میں بھی معروف اور خلافِ معروف کا تعین کون کرے گا؟

یہ تو دیگر کتبِ احادیث سے ہم نے ایک دو مثالیں بطورِ نمونہ ذکر کی ہیں' خود صحیح بخاری میں آپ کو ایک جگہ یہ باب ملے گا:
"باب من اغتسل عریانا"
(ننگے ہو کر غسل کرنے کا بیان)
اور اس کے معًابعد باب ہے:
"باب التستر فی الغسل عن الناس" (غسل کے وقت لوگوں سے پردہ کرنے کا بیان)

اور ظاہر ہے' امام بخاری رحمہ اللہ نے ہر موقف کے لئے احادیث ذکر فرمائی ہیں --- تو کس کو معروف اور کس کو اس کے خلاف کہا جائے گا؟ ------ بخاری ہی میں ہے: "باب تحویل الرداء فی الاستسقاء"
(نمازِ استسقاء میں چادر پلٹنے کا بیان) اور اس کے بعد "ما قیل ان النبی ﷺ لم یحول رداءہ" (یعنی نبی ﷺ نے استسقاء میں چادر نہیں پلٹی) کا تذکرہ ہے --- بہرحال "معروف" اور "خلاف" کی یہ بحث کافی طویل ہو جائے گی' جس کا فیصلہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون کرے گا؟

--- ہاں اگر معروف سے مراد "عند اصحاب الامام" یا "عند عامة الناس" یا "عند

الخواص " یا "مقلدین کا کوئی مخصوص گروہ " ہو ' تو یہ بات کتنی مضحکہ خیز ہے کہ چونکہ کوئی روایت مقلدین کے ایک مخصوص گروہ کے نزدیک معروف ہے' لہٰذا دیگر مسلک والے لوگوں کی تائید میں اس پہلی روایت کے خلاف کسی دوسری روایت کو محدّثین نقل نہیں فرمائیں گے ----- کیا یہ سینہ زوری اور خواہ مخواہ کی زبردستی نہیں ؟ اور کیا یہ اصول بن سکتا ہے ؟

یہ بات ذہن نشین رکھنے کی ہے کہ احادیث محدّثین نے جمع فرمائیں۔ وہی جانتے ہیں کہ اس جمع و تدوین میں انہیں کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ؟ جمع حدیث میں حتی المقدور کیا کیا اصول وضع ہوئے' اور یہ انسانی کاوشوں کی کن انتہاؤں پر پہنچ کر وضع ہوئے ؟ ---- پھر اس سارے کام کے پسِ پشت کس قدر خلوص و للّٰہیت ' کس قدر ذاتی بے غرضی ' نیز دین اور دیندار لوگوں کے ساتھ خیر خواہی کا کس قدر جذبہ کارفرما تھا ---- ساتھ ہی ساتھ اللہ رب العزت کے سامنے جواب دہی کا تصور احساسات کی کن بلندیوں پر تھا ؟ ---- ان ساری باتوں کا ایک ایسے شخص کو قطعاً اندازہ نہیں ہو سکتا جو ایئر کنڈیشنڈ کمروں میں ' آگے پیچھے خدام کے لاؤ لشکر لئے' محض کتابوں کو دیکھ کر احادیث پر تنقید کرنے بیٹھ گیا ہو ---- بالخصوص جب کہ ذہن میں یا تو تقلیدی جمود بھرا ہو اور یا پھر مادر پدر آزادی' کہ جو کچھ خیال شریف میں آگیا' وہی اصول بن گیا!

ہاں اگر "متفق علیہ" حدیث و روایت "معروف" نہیں ہے' تو اور کون سی روایت دنیا میں معروف ہوگی ؟ --- کہ اس پر یہ فیصلہ دیا جا سکے کہ:

"وضوء کی کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ حضور ﷺ نے اطالہ کیا ہو !"

(جاری ہے)